تبلیغی مہمات کے چلانے میں' جدوجہد کرنے میں' مال و اسباب کی فراہمی میں' ذرائع و وسائل کے سمیٹنے میں وہ بہت کام آتے ہیں اور مخالف قوتوں سے ٹکر کے موقع پر جب تحریک اپنے ہر فرد سے قربانی طلب کرتی ہے' تو جہاں لوگ اپنی جانیں لا کر حاضر کر دیتے ہیں وہاں اہلِ زر اپنے مال و اسباب لا کر سامنے رکھ دیتے ہیں۔ کوئی اپنا آدھا گھر دے دیتا ہے' تو کوئی پورا دے کر صرف اللہ اور اس کے رسول کے نام پر ہی توکل کر لیتا ہے' اور کوئی تجارتی قافلے کے سارے مال و اسباب پیش کر دیتا ہے اور یہ سب اس کلمۂ حق کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہوتا ہے جس کو حق جان کر اور مان کر وہ اس کا ساتھ دیتے ہیں۔

لیکن فی الحقیقت تحریک کی اصل قوت اہلِ دل ہی ہوتے ہیں۔ اہلِ دل' اہلِ زر میں بھی ہوتے ہیں اور مفلس و قلاش جان نثاروں میں بھی ہوتے ہیں۔ بلکہ ان کی بڑی تعداد تہی دست ہی ہوتی ہے۔ وہ وقت آنے پر اپنی راتوں کی نیندیں حرام کر کے مزدوریاں کرتے ہیں' دن کے چین ختم کر کے دوہری مشقتیں کر کے جو کچھ وہ لا سکتے ہیں لا کر تحریک کے قدموں میں رکھ دیتے ہیں۔ ان کا روپیہ ان کے پسینہ سے ڈھل کر آتا ہے' اور اس کی چمک دمک اور قیمت تحریک کے نزدیک مالداروں کے بڑے بڑے خزانوں سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے۔ انھی کے بل پر تحریکیں چلتی ہیں اور انھی کے نفوس سے انقلاب آتے ہیں۔

تحریک یہ نہیں دیکھتی کہ اس کے جان نثار اور مخلص حامیوں کے پاس کس قدر مال و دولت ہے' کتنی اونچی ان کی عمارات اور کتنے بڑے ان کے کاروبار ہیں۔ وہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ اپنے مقصد کے لیے کتنا بڑا ان کا دل ہے' کتنا بڑا ان کا ایثار ہے' کس جرأت سے وہ قربانی پیش کرتے ہیں۔ تحریک کے نزدیک وہ درہم زیادہ قیمتی ہوتا ہے جو پسینہ نچوڑ کر کما کر لایا جاتا ہے' اس بھاری رقم کے مقابلے میں' جو خزانے کے اندر سے زکوٰۃ کے طور پر نکال کر حوالے کر دی جاتی ہے۔ دیکھنے کی چیز مال کی مقدار نہیں بلکہ دینے والے کا جذبہ ایثار ہوتا ہے' اور وہ حالات ہوتے ہیں جن میں وہ یہ ایثار کرتا ہے۔

بخل کی مذمت

اسلام کی کتابِ انقلاب' قرآن نے اپنے پیروؤں کے سامنے مال و دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنے اور انفاق کر کے اللہ کے دین کے غلبہ کے لیے راستے ہموار نہ کرنے کے طرزِ عمل پر شدید تنقید کی ہے' اس لیے کہ تحریک کے مقابلے میں بخل وہ طرزِ عمل ہے جس کی قرآن نے شدید مذمت کی ہے۔ فرمایا:

دردناک خوشخبری سنا دو ان کو جو سونے اور چاندی کو جمع کر کے رکھتے ہیں اور انھیں خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے۔ ایک دن آئے گا کہ اس سونے چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائے گی اور پھر اس سے ان لوگوں کی پیشانیوں اور پہلوؤں کو داغا جائے گا۔ یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا۔ لو' اب اپنی سمیٹی ہوئی دولت کا مزا چکھو۔ (توبہ ۹: ۳۵)

مزید فرمایا: جن لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے نوازا ہے اور پھر وہ بخل سے کام لیتے ہیں' وہ اس خیال میں نہ رہیں کہ یہ بخیلی ان کے لیے اچھی ہے۔ نہیں' یہ ان کے لیے بہت بُری ہے جو کچھ وہ اپنی کنجوسی سے جمع کر رہے ہیں وہی قیامت کے روز ان کے گلے کا طوق بن جائے گا۔ زمین و آسمان کی میراث تو اللہ ہی کے لیے ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔ (آل عمران ۳: ۱۸۰)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: حضرت اسماءؓ نے روایت کی' کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: خرچ کیا کرو' اور شمار نہ کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر شمار کرے۔ اور بند نہ رکھا کرو کہ اللہ تعالیٰ تم پر بند رکھے۔ حسب استطاعت (اللہ کی راہ میں) کچھ خرچ کر دیا کرو۔ (متفق علیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخل و کنجوسی سے بچتے رہو اس لیے کہ بخل و کنجوسی نے تمہاری پیش رو اقوام کو ہلاک کر دیا۔ انھیں اس نے اس بات پر انگیختہ کیا کہ وہ لوگ اپنوں کا خون بہائیں اور ان کے لیے جو امور حرام و ممنوع تھے انھیں حلال قرار دیں۔ (مسلم)

غزوۂ تبوک کے موقع پر

چنانچہ جنگ تبوک کے موقع پر جب صلائے عام کے ذریعے مومنین کو مالی قربانیوں کی دعوت دی گئی تو سروسامان کی فراہمی میں ہر ایک نے اپنی بساط سے بڑھ کر حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے بڑی بڑی رقمیں پیش کیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی عمر بھر کی کمائی کا آدھا حصہ لا کر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی ساری پونجی نذر کر دی۔ غریب صحابیوں نے محنت مزدوری کر کے جو کچھ کمایا' لا کر حاضر کر دیا۔ عورتوں نے اپنے زیور اتار اتار کر دے دیے۔ سرفروش رضاکاروں کے لشکر کے لشکر ہر طرف سے امنڈ امنڈ کر آنے شروع ہو گئے اور انھوں نے تقاضا کیا کہ اسلحہ اور سواریوں کا انتظام ہو تو ہماری

جانیں قربان ہونے کو تیار ہیں۔ جن کو سواریاں نہ مل سکیں وہ روتے تھے اور اپنے اخلاص کی بے تابیوں کا اظہار اس طرح کرتے تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آتا تھا۔ یہ موقع ایمان اور نفاق کے امتیاز کا نشان بن گیا تھا۔ حتیٰ کہ اس وقت پیچھے رہ جانے کے معنی یہ تھے کہ اسلام کے ساتھ آدمی کے تعلق کی صداقت ہی مشتبہ ہو جائے۔ چنانچہ تبوک کی طرف جاتے ہوئے دوران سفر میں جو جو شخص پیچھے رہ جاتا تھا صحابہ کرامؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر دیتے تھے اور جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم برجستہ فرماتے تھے کہ جانے دو' اگر اس میں کچھ بھلائی ہے تو اللہ اسے پھر تمہارے ساتھ لا ملائے گا' اور اگر دوسری حالت ہے تو شکر کرو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی جھوٹی رفاقت سے تمہیں خلاصی بخشی۔ (تفہیم القرآن ج ۲' ص ۱۷۰)

غرض دَورِ اوّل کی اسلامی تحریک ہو یا بعد کے اَدوار کی اسلامی تحریکیں' حقیقت یہ ہے کہ ہر دَور کی اسلامی تحریکوں نے ایسے ایسے درخشاں نمونے تاریخ کے صفحات پر چھوڑے ہیں کہ آج ان نمونوں کو دیکھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے' جذبہ انفاق فی سبیل اللہ بیدار ہوتا ہے' اور راہِ خدا میں سب کچھ لٹا دینے کا جذبہ انگڑائیاں لینے لگتا ہے۔

تحریکِ مجاہدین کی مثال

ان تحریکوں میں ہماری تاریخ کی غریب ترین اسلامی تحریک' مجاہدین کی تحریک ہے' جس نے فی الحقیقت اپنے دَور میں' صحابہ کرام کے جذبہ ایثار و قربانی کی مثال تازہ کر دی۔ سید احمد شہید کی تحریک کے دامن میں ایسے بے شمار نمونے موجود ہیں جو بڑے ہی بیش بہا ہیں۔ گھروں سے مال و اسباب' جائیداد' کاروبار' زمین' کھیتی باڑی' تجارت سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر دُور دراز کی مسافتوں کے لیے نکل جانا' مدتوں تک گھروں سے باہر رہنا' زمینوں کو بے جُتی ڈال دینا' لاکھوں کے کاروبار کو خطرات کی بھینٹ چڑھا دینا اور خود راہِ حق میں جدوجہد کے لیے مصائب و آلام کا مسلسل شکار ہو جانا' مقدمات اور جیلوں میں پھنس کر چلتے ہوئے کارخانوں کو تباہی کے حوالے کر دینا' محلوں کو چھوڑ کر جیلوں میں جا بیٹھنا' غرض ایسی بے شمار مثالیں ہیں جو اس تحریک کے علمبرداروں نے اپنے عمل سے پیش کیں اور دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ اس مضمون میں ہم نمونے کے طور پر مجاہدینِ اسلام کی اس تحریک کے بعض واقعات آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ آپ دیکھیں کہ جن لوگوں نے اللہ کا راستہ اختیار کیا ہے انھوں نے کس طرح قدم قدم پر دنیا کو

ٹھکرایا اور آخرت کو ترجیح دی ہے۔

تحریک مجاہدین کے ایک بہت بڑے دشمن ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے بھی اس کا اعتراف کرتے ہوئے اپنی کتاب میں ان الفاظ میں تبصرہ کیا ہے:

> ملک کے اندر ایک منظم جماعت موجود ہے جو روپیہ پیسہ اور آدمیوں کے ذریعے دو ہزار میل دور سرحد پار کے باغی کیمپ کو مسلسل مدد دیتی رہتی ہے ... روپیہ بھجوانے کا ایک بہترین نظم ہے جو قائم ہے اور ان کی مہارت کا پتا دیتا ہے۔ (ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر، ہمارے انڈین مسلمان، ص ۲)

وہ روپیہ کہاں سے آتا تھا، کون دیتے تھے، اور کون فراہم کرتے تھے؟ ظاہر ہے کہ وہی مسلمان جو اپنے کاروباروں میں معروف تھے لیکن سمجھتے تھے کہ عاقبت کو درست کرنا خود بھی ایک کاروبار ہے بلکہ سب سے بڑا کاروبار ہے، اور جو اس کی طرف سے غافل ہے وہ تاجر بڑا گھاٹے میں ہے۔ چنانچہ مسلمان تاجروں اور مالداروں کی ایک بڑی تعداد تھی جو تحریک مجاہدین کے اس کام میں اسے مسلسل مدد دیتی رہتی تھی۔ پھر اس تحریک کے معاونین کے خلاف مقدمات کا سلسلہ شروع ہوا تو اس میں سینکڑوں افراد کو پھانسیوں اور عمر قید کی سزائیں سنا دی گئیں اور کتنے ہی لوگوں کی جائیدادیں ضبط ہوئیں۔ وہ ہنسی خوشی سب کچھ سہ گئے۔ اس طرح اسلامی تحریک کے راستے کی منازل طے ہوئیں۔

انگریز کے مظالم اور مجاہدین کی قربانیاں

۱۔ قاضی میاں جان (بنگالی) پر مقدمہ چلا۔ ان کی جائیداد ضبط ہوئی اور انھوں نے اپنے گھر سے دور انبالہ جیل میں وفات پائی۔ (ایضاً ص ۹۷)

۲۔ محمد شفیع انبالوی فوجی چھاؤنیوں میں گوشت سپلائی کرنے کا ٹھیکہ دار تھا۔ لاکھوں کے کاروبار کا مالک تھا۔ اس کا مرکزی دفتر راولپنڈی میں تھا۔ ہر جگہ اس کی گماشتے مقرر تھے۔ وہ تحریک مجاہدین کا رکن تھا اور ستھانہ کی جہادی چھاؤنی کو بھی روپے اس کی معرفت جاتے تھے۔ جب وہ گرفتار ہوا تو اس کی پچاس لاکھ روپے کی جائیداد گورنمنٹ نے ضبط کر لی اور آخر دم تک واپس نہ کی۔ (مسعود عالم ندوی، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک، ص ۱۳۴)

۳۔ الٰہی بخش پٹنہ کا بہت اچھا کاروباری تھا، لیکن تحریک مجاہدین کا مالی معاون تھا۔ جب مقدمہ چلا تو انھی مقدمات میں تباہ ہو گیا۔ (ایضاً ص ۱۳۸)

۴۔ مولانا احمد اللہ صادق پوری عظیم آباد کے ممتاز رئیسوں میں شمار ہوتے تھے مگر جب

گرفتار ہوئے اور سزائے موت ہوئی' جو بعد میں عمر قید میں بدل دی گئی' تو ان کا سارا کاروبار اور سب کچھ تباہ ہو گیا۔ جائیدادیں ضبط ہو گئیں اور وہ آخر دم تک خدا کا شکر ادا کرتے رہے کہ انھیں اللہ کی راہ میں اتنی قربانی کی توفیق ملی۔

۵- سر عبدالرحیم مشہور بنگالی قانون دان نے ایک موقع پر لکھا ہے: "وہابی" تحریک کے سبب سے حکومت نے مسلمان زمینداروں کی جائیدادیں جو پورے صوبے میں تھیں' ان کا تہائی حصہ ضبط کرلیا جس سے ہزاروں خاندان برباد اور پریشان ہو گئے (خطبہ صدارت' سالانہ اجلاس مسلم لیگ ۱۹۳۵)

۶- علمائے صادق پور کی غیر منقولہ جائیدادوں کی ضبطی' مکانات کے انہدام' سرحد پر مقیم افراد نیز دوسرے کارکنوں کے خلاف سخت کارروائی کرنے کی سفارش راونشا نے اپنی یاد داشت میں پیش کی۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ "جائیداد غیر منقولہ علمائے صادق پور سب ضبط کرلی گئیں۔"

راونشا نے مجاہدین کے تربیتی کیمپ صادق پور کے بارے میں بھی حکومت سے سفارش کی تھی۔ اس نے لکھا تھا "صادق پور کا احاطہ پٹنہ میونسپلٹی کو دے دیا جائے اور تمام مکانات زمین کے برابر کر دیے جائیں اور وہاں ایک بازار بنا دیا جائے۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ اچھا مصرف اس زمین کا اور کوئی نہیں ہو سکتا۔" (یادداشت مرتبہ راونشا' ص ۳۰-۳۲)

حد یہ کہ ظالموں نے مولانا احمد اللہ اسیر انڈیمان کا قیمتی کتب خانہ بھی ضائع کردیا اور ان کے بڑے بیٹے کا مختصر سا دواخانہ تک ضبط کر لیا۔ ان کا ظلم اس حد تک پہنچا کہ مکانات کے انہدام کے ساتھ ساتھ ان کی خاندانی قبریں تک کھود ڈالیں۔ راونشا کلکٹر پٹنہ نے حکومت سے درج ذیل سفارش کی: "سرحد میں مقیم مولوی حضرات کے خلاف سخت کارروائی کی جائے۔ ان کی جائیدادیں ضبط کرلی جائیں اور ان کے مقامی کارکنوں پر کڑی نگاہ رکھی جائے۔ خصوصاً حاجی بدرالدین ڈھاکہ اور مولوی عبدالجبار کلکتہ پر مقدمہ چلانا ضروری ہے۔" (ایضاً)

۷- "ڈاکٹر ہنٹر نے تو ہماری سرکار کو یہاں تک بھڑکایا کہ صادق پور پٹنہ کے علما کے مکانات جن میں قافلہ کے لوگ ٹھہرا کرتے تھے مع ان کے مکانات سکنی کھدوا کو پھنکوا دیے۔ پھر اپنے جعلی اور جھوٹے گواہوں سے جھوٹی گواہیاں دلوا کر ان بیچاروں کو کالے پانی روانہ کر دیا۔

(تواریخ عجیب ' ص ۷۲ - ۷۷)

۸- "مولوی امیر الدین پر مالدہ میں بغاوت کا مقدمہ دائر کر دیا گیا- ہائی کورٹ سے اسے حبس دوام ،عبور دریائے شور کی سزا ہوئی اور ساتھ ہی پوری املاک کی ضبطی کی سزا سنائی گئی-" (مسعود عالم ندوی 'کتاب مذکور ص ۱۵۴)

۹- ۱۸۷۰ میں متعدد اضلاع کے تبلیغی مرکز توڑ دیے گئے- ان کے سرکردہ لوگوں کو عدالتوں سے عبور دریائے شور اور املاک کی ضبطی کی سزا سنا دی گئی- (ایضا ص ۱۵۶)

۱۰- ان سب اسیران بلا مین امیر خان کا معاملہ بہت عجیب و غریب ہے- ان کا چمڑے کا کاروبار بنگال اور بہار میں پھیلا ہوا تھا اور بڑے بڑے انگریز تاجر بھی ان کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے-... ان پر زبردست تشدد کیا گیا اور ان کے خلاف جھوٹا مقدمہ تصنیف کرنے کے لیے ۱۳ جھوٹے سرکاری گواہ پیش کیے گئے- امیر خان کو مجاہدین اور ان کے نصب العین سے لگاؤ تھا-... جہاد کے کاموں میں وہ روپے سے مسلسل مدد کرتے رہتے تھے- بنگال کے مشرقی اضلاع سے جو رقمیں آتی تھیں وہ بسا اوقات انھی کی کلکتہ والی فرم کے واسطے سے پٹنہ اور پنجاب کو بھیجی جاتی تھیں- مگر حکومت نے ان کے خلاف جو کارروائی کی وہ سراسر غیر منصفانہ اور خلاف قانون تھی- (ایضا' ص ۱۶۰-۱۶۱)

۱۱- محمد جعفر تھانیسری نے اپنی سرگزشت کالا پانی میں ذکر کیا ہے-:

۱۲ تاریخ دسمبر کو تھوڑی دیر خانہ تلاشی سے پہلے تک میں ہزاروں روپے کی جائیداد منقولہ اور غیر منقولہ پر قابض تھا- بیسیوں آدمی میری ملازمت میں رہتے تھے- اپنے شہر کا نمبر دار تھا' گھوڑے گاڑیوں میں سوار پھرا کرتا تھا- ہر کام کے لیے میرے گھر میں نوکر چاکر تھے یا پھر اس کے چند گھنٹے بعد جب میرے گھر کی تلاشی ہوئی اور میں فرار ہو گیا تو وہ سب جاہ و حشم یکایک خاک میں مل گیا-

بوجہ میرے فرار ہونے کے' انگریزوں نے ' قبل از صدور آخر مقدمہ کے' میری کل جائیداد تو پہلے ہی قرق کر لی تھی- دوسرے دن خود میرے عزیزوں کو کوئی اپنے برآمدوں میں بھی کھڑا نہ ہونے دیتا تھا- ایک ہی رات میں وہ سب مال دوسروں کا ہو گیا- میرے وارثوں کو اس قدر موقع بھی نہ ملا کہ کوئی جائیداد قبل از قرقی علیحدہ کروائیں - بعد از صدور حکم ضبطی کے' جب میرے بھائی نے' جو نصف کا وارث تھا' اپنے حصے کا دعویٰ کیا تو اس کو بھی فقط ایک کوٹھڑی دے کر کل جائیداد منقولہ و غیر منقولہ ضبط کر کے نیلام کر دی- میں نے بہ نظر

دور اندیشی اپنے حصے کی کل جائیداد اپنی بیوی کے مہر میں لکھ کر اپنی بیع نامہ بھی پیش کیا، مگر مارے غصے اور تعصب کے کسی نے بھی کچھ نہ سنا اور میری بیوی کو مع دو نابالغ شیر خوار بچوں کے ہاتھ پکڑ کر گھر سے باہر نکال دیا۔ "اس طرح آج میں اگر رئیس شہر تھا تو دوسرے دن قلاش شہر۔" (محمد جعفر تھانیسری، کالا پانی، ص ۵۶-۵۷)

۱۲- "اولیائے وقت شمس الاسلام مولوی احمد صاحب ماہ مئی ۱۸۶۵ میں دائم الحبس بعبور دریائے شور ہوئے اور ساتھ ہی ان کی مکمل جائیداد ضبط کر کے ان کے وارثوں کو کنگال کر دیا گیا۔ (ایضاً، ص ۶۰-۶۱)

ایثار کے نمونے

جب سید صاحب نے جہاد کی تیاریاں شروع کی تھیں اس وقت بھی لوگوں کے رضاکارانہ مالی ایثار کا یہی حال تھا۔ دراصل ملت اسلامیہ میں ضمیر کی یہ خلش ہمیشہ رہی ہے کہ کسی صورت اسلامی نظام اپنی خالص صورت میں برپا ہو جائے اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جب کبھی کوئی ایسی کوشش ان کے سامنے آتی تھی جو ان کے قلب کو مطمئن کر سکے تو مالی ایثار میں کبھی کوتاہی نہ کرتے تھے۔ چنانچہ ایک شیخ غلام علی صاحب کے ایثار کا مختصر واقعہ درج ذیل ہے۔: "شیخ صاحب دن میں دو مرتبہ سید صاحب سے ملنے کے لیے آتے۔ ایک مرتبہ نماز ظہر کے وقت، دوسری دفعہ بعد نماز مغرب، دونوں مرتبہ بیش بہا نذریں ساتھ لاتے، مثلاً نہایت قیمتی پارچے، عمدہ بندوقیں، اور تلواریں بعض اوقات نقد روپیہ لے آتے۔ واقف کار اصحاب کا اندازہ ہے کہ بارہ پندرہ روز کے قیام میں شیخ صاحب نے اس طریق پر جو نذرین پیش کیں وہ بحیثیت مجموعی ۲۰ ہزار روپے کی مالیت سے کم نہ تھیں۔ ایک دوسرے صاحب شیخ غلام علی رئیس الہ آباد کا ذکر ہے: "جہاد کے لیے روانگی کے موقع پر وہ آئے تو قسم قسم کے اسلحہ، خیمے، کپڑوں کے تھان، کتابیں، برتن لائے۔ بیسیوں چھوٹے چھوٹے ڈولچے اور ان کے لیے لمبی لمبی رسیوں کا انتظام کیا اور سب چیزیں غازیوں میں تقسیم کیں۔"

غازیوں کے ایثار کی غیر معمولی مثال

خود غازیوں کے ایثار و قربانی کا حال یہ تھا کہ جب سرحد میں جہاد کا آغاز ہو گیا اور سکھوں کے مقابلے میں معرکے شروع ہو گئے تو ایک فتح کے بعد جنگ زیدہ میں جب مال غنیمت جمع ہوا تو اس کی قیمت کا اندازہ ۲۵ ہزار روپے لگایا گیا۔ امیر لشکر نے پانچواں حصہ بیت المال

کے لیے۔ رکھ کر باقی بیس ہزار غازیوں میں تقسیم کر دینے کا حکم دیا۔ مقامی لوگ تو اپنے اپنے حصے لے کر چلے گئے لیکن ہندوستانی غازیوں نے امیر لشکر سے عرض کیا "ہم تو بیت المال سے لے کر کھاتے ہیں' بیت المال سے ہی کپڑا اور دوسری ضرورتیں پوری کرتے ہیں۔ بیت المال سے ہی ہتھیار لیتے ہیں تو پھر ہم حصہ لے کر کیا کریں گے۔ یہ بھی آپ بیت المال میں ہی داخل فرمالیں۔ امیر لشکر نے کہا کہ جو بھائی خوشی سے اپنا حصہ بیت المال کو دیں گے اس کا ثواب خدا سے جدا پائیں گے۔ چنانچہ اکثر نے اپنا حصہ واپس لوٹا دیا۔ بعض اصحاب نے بھی صرف وہ چیزیں رکھ لیں جن کی ان کو فوری ضرورت تھی۔ (غلام رسول مہر: سید احمد شہید' ج دوم' ص ۱۳۷)

اللہ کے ان عظیم بندوں کو اللہ کے مال کا اتنا شدید احساس تھا کہ مولوی باقر علی عظیم آبادی جنگ میں جب گولی کھا کر گر پڑے تو بیٹھ گئے اور بولے:

"بھائیو میرا کام تمام ہوا' اب مجھ سے ہتھیار لے لو' یہ اللہ کا مال ہے' کسی اور کے کام آئے گا۔"

کیسی تربیت تھی' کیسا احساس ذمہ داری اور کیسا جذبہ ایثار تھا۔ اس راستے میں آگے بڑھے تو اپنا سب کچھ لٹا کر آگے بڑھے اور دنیا کی متاع غرور میں سے کوئی حصہ اپنے نفس کے لیے بچا کر نہ رکھا۔ اسلامی تحریکیں ایسی ہی ہوتی ہیں اور ایسے ہی ایثار پیشہ کارکن کسی اسلامی تحریک کے معیاری اور مثالی کارکن کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ سے بعض جعلی کتابیں بھی منسوب ہیں لیکن زیر نظر ان کی آخری زمانے کی، اپنی تصنیف ہے۔ امام علیہ الرحمہ نے اس کتاب کو سلجوقی سلطان محمد بن ملک شاہ کے لیے تحریر کیا تھا۔ جس کے اسلاف دین کے محافظ تھے اور خود اس نے بھی ۲۰ سال تک بڑی قابلیت اور کامیابی سے حکومت کی۔ کتاب کا پہلا حصہ بنیادی اعتقادی مسائل اور شرعی فرائض سے متعلق ہے، اور دوسرا بادشاہوں، وزیروں اور حکومتی اہل کاروں کی سیرت اور فرائض پر ہے۔ امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ جب تک حکمران کے اسلامی عقائد مضبوط نہیں ہوں گے اسلامی طرز کی حکمت عملی نہیں چل سکتی۔ وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عدل و انصاف کا منبع خود حکمران ہیں اور اس کے کردار کا اثر سلطنت اور اہل کاروں پر ہوتا ہے۔ وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ اسلام میں اخلاقیات اور سیاسیات جدا نہیں۔

فاضل مترجم ڈاکٹر سمیع اللہ قریشی متعدد ممالک میں پاکستان کے سفیر رہے ہیں۔ دور حاضر میں اس قدیم کتاب کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف کہتے ہیں کہ ہر قوم کے کلچر کی کچھ بنیادی قدریں ہوتی ہیں۔ غزالیؒ کے دور کے کلچر کی قدریں آج خود پاکستانی کلچر کی بنیادیں ہیں، جیسے خوف خدا، عاقبت میں محاسبے کا ڈر، طاقت کو عارضی سمجھنا وغیرہ۔ یہی قدریں طاقت کے نشے کو بریک لگاتی ہیں۔ ڈاکٹر قریشی کے خیال میں غزالیؒ نے جس موضوع کو سب سے زیادہ اہمیت دی ہے وہ عدل و انصاف ہے۔ چنانچہ اس کتاب کا بیشتر حصہ اس حدیث نبویؐ کی تفصیل و تشریح ہے: اَلْمُلْکُ یَبْقٰی مَعَ الْکُفْرِ وَلَا یَبْقٰی مَعَ الظُّلْمِ۔ امام غزالیؒ نے حکمرانوں کے سخت ترین محاسبے کا تصور دیا ہے۔ ان کے خیال میں معاشرے میں بدعنوانی (کرپشن) یا دیانت داری کا انحصار حکمران کے کردار پر ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر حکمران دیانت دار ہوں گے تو عوام میں دیانت داری ہوگی۔ یہ امر کہ معاشرے میں بدعنوانی، بدکاری، رشوت وغیرہ رائج ہیں یا نہیں؟ حکمرانوں کے طرز عمل پر منحصر ہوتا ہے۔ غزالیؒ نے حسب موقع قدیم انداز کی حکایتوں کو مختلف نکات کی وضاحت کے لیے استعمال کیا ہے اور قرآن و حدیث کے حوالے بھی جگہ جگہ دیے ہیں۔

امام رحمہ اللہ کی یہ کتاب، آج بھی عوام و خواص کے لیے ایک اہمیت رکھتی ہے۔ صوری محاسن سے آراستہ، یہ کتاب اعلیٰ معیار اشاعت پر پوری اترتی ہے۔ (د۔ ہ)

قرآن، اہل کتاب اور مسلمان، محمد رضی الاسلام ندوی۔ ناشر: ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ۔ صفحات: ۲۹۳۔ قیمت: ۷۰ روپے۔

یہودی، عیسائی اور مسلمان بڑے بڑے وحدانیت پرست (monotheistic) گروہ ہیں۔ ذات باری کی صفات و کمالات کے بارے میں ان میں اختلاف ہے تاہم اس کے وجود پر تینوں گروہ ایمان رکھتے